

تنقیدِ نعت اور "نعت رنگ"

Criticism of Naat and "Naat Rang"

صابر حسین جعفری، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Sabir Hussain Jafri, Ph.D. Scholar, Dept. of Urdu,
G-C University, Faisalabad

ڈاکٹر رابعہ سرفراز، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Dr. Rabia Sarfaraz, Associate professor, Dept. of Urdu,
G-C University, Faisalabad

Abstract

The article introduces Book Series "Naat Rang" in general and its efforts to promote Criticism on the texts and expressions of devotional poetry, in conforming to literary norms, in particular. 29 issues of "Naat Rang" have so far been published since its first appearance in April 1995. A brief history of idea of bringing genre of Naat in literary discourse has also been presented herein. Involvement of famous literary figures in the critical discussion in respect of Naat, seems to be miraculous achievement of "Naat Rang". "Naat Rang" has achieved international fame till now and has gained heed of world fame writers to join the literary circle of this valuable book series.

Keywords : Naat , Naat Rang , devotional poetry, criticism

کلیدی الفاظ: نعت، "نعت رنگ"، عقیدتی شاعری، تنقید

مدحت سرکارِ دو عالم، فخرِ موجودات، سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کا جزوِ ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے بنی نوعِ انسان کو افضل و اشرف قرار دے کر اپنی نیابت کے عہدے پر فائز کیا۔ اس عظیم ذمے داری سے نبرد آزما ہونے کے لیے انسان کو رشد و ہدایت کی ضرورت درپیش تھی۔ انسان کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام کو مبعوث کیا تاکہ بنی نوعِ انسان

ہدایت یافتہ ہو کر بطریق احسن خلافتِ الہیہ کا فریضہ انجام دیتے ہوئے دنیا میں نظامِ عدل و انصاف قائم کر سکے۔ قرآن مجید میں مقصدِ بعثتِ انبیاء کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبینۃ و انزلنا معهم الکتاب
والمیزان ليقوم الناس بالقسط۔

ترجمہ: بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے

ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے تاکہ انسان عدل قائم کریں۔ (1)

اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ تمام انبیائے کرام اپنے اپنے عہد میں رشد و ہدایت انسانی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور یوں انسانیت صدیوں پر محیط ارتقائی سفر طے کرتے ہوئے منزلِ کمال کی جانب رواں دواں رہی۔ بالآخر سعادت کی وہ عظیم گھڑی آن پہنچی کہ سر زمین عرب پر سردارِ انبیا، فخرِ موجودات، سرورِ کائنات، محسنِ انسانیت، یتیم عبد اللہ، خاتمِ الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے کہ جن کے سر اقدس پر ایومِ اکملت لکم دینکم کا تاج سجا کر تکمیلِ دین کا اعلان کیا گیا اور شامِ ابد تک نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ قرآن مجید میں ارشادِ رب العزت ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

ورضیت لکم الاسلام دینا

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت

تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا (2)

یوں عقیدہ توحید کے بعد عقیدہ نبوت و ختم نبوت اسلام کی عمارت کا سب سے بڑا ستون اور ہر مسلمان کا جزوِ ایمان ٹھہرا کہ کوئی بھی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا کلمہ پڑھے بغیر دائرہ اسلام میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ ہادیِ برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانِ کامل کا حقیقی و عملی نمونہ ہیں اور انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ کمال اور صاحبِ کمال سے محبت کرتا ہے۔ سرشتِ انسانی کا خاصہ ہے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کی تعریف و توصیف کرتا ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت و نعت خوانی نہ کرے۔ پس یہ کہنا کسی صورت بے جا نہ ہو گا کہ نعت و مدحت و ثنا خوانی سرورِ کونین ہر مسلمان کا جزوِ ایمان ہے۔ ہر مسلمان چاہے وہ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو ثنا خوانِ رسول ہے اور اپنی صلاحیت کے مطابق اس کا اظہار بھی کرتا ہے۔ نثر نگاروں اور ادیبوں نے انشا پر دازی کے ذریعے ثنا خوانی کی سعادت حاصل

کی۔ شاعروں نے اپنے فن کے ذریعے آقا علیہ السلام کے حسن ظاہری و جمالِ باطنی کو بیان کیا۔ دنیائے خطابت کے شہ سواروں نے اسے اعزازِ گویائی قرار دیا۔ گویا ہر مسلمان اپنی بصیرت و استعداد کے مطابق ناعتِ رسولِ مقبول ہے۔

آنحضرتؐ سے والہانہ محبت و عقیدت نے جہاں مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبے پر گہرا اثر ڈالا وہاں شعر و ادب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ نعت گوئی مسلمانوں کے فکر و فن اور شعر و سخن کا مستقل مرکز و محور بن گئی۔ شاید ہی کوئی مسلمان شاعر ہو جس نے نعت کی صورت میں حضورِ اکرمؐ سے اظہارِ عقیدت و محبت نہ کیا ہو۔ دکنی شعرا نے اپنی مثنویوں کو نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنوارنے کا سلسلہ شروع کیا۔ قصائد کو نعتیہ عناصر سے مزین کیا۔ اسی طرح غزل گو شعرا نے غزل کے انداز میں مترنم بحروں میں نعتوں کو رواج دیا۔ ولی دکنی سے جہاں اردو غزل نے اعتبار حاصل کیا وہاں نعت کو بھی تازہ لہجہ ملا۔ نعت میں نئے مضامین داخل ہوئے، اردو زبان کو عروج ملا اور نعت کے جمال کو بھی کمال ملتا گیا۔ سلاست و روانی میں بیان و بدیع کے رنگارنگ پھولوں سے نعتیہ ادب کو شگفتگی حاصل ہوئی۔ قریب قریب ہر صنف میں نعت کہی گئی۔ اردو میں بعض شعرا نے نعت کے موضوع کو بڑے سلیقے سے برتا ہے۔ اس سلیقے کے ثبوت میں ایک دو شعر یا غزلیں نہیں بلکہ خاصا بڑا شعری ذخیرہ موجود ہے۔ یہ ذخیرہ نہ صرف نعت گوئی کے رسمی لوازم کو پورا کرتا ہے بلکہ فنی لحاظ سے بھی شاعری کے مروجہ معیارات پر پورا اترتا ہے اور بلند پایہ شاعری کے زمرے میں آتا ہے۔ ایک طرف تو اردو کی نعتیہ شاعری کی یہ وسعت و عظمت ہے اور دوسری طرف ان تمام باتوں کے باوجود یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس نوع کی شاعری تقریباً ہر زمانے میں دبی دبی سی رہی۔ اس کی وجہ ناقدین و محققین کی بے اعتنائی ہے کہ اردو کی تقدیری شاعری سے ادبی و تخلیقی سطح پر نہ صرف بخل سے کام لیا جاتا رہا بلکہ اس نازک موضوع کو تنقیدی نظر سے گزارنا ممنوع خیال کیا جاتا رہا۔ لہذا اس امر کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ اس نازک، مقدس اور پر احتیاط صنفِ سخن کو انتقاد کی کسوٹی پر پرکھا جائے تاکہ اس مقدس صنف میں در آنے والی بے احتیاطیوں، کمیوں اور کجیوں کو دور کیا جاسکے اور ایک ایسا شرعی و ادبی لائحہ عمل منظر عام پر لایا جائے جو تمام مکاتبِ فکر کے لیے قابلِ قبول ہو۔ چنانچہ تنقیدِ نعت کے موضوع پر بہت سی کتابیں منظر عام پر آنے لگیں۔ کتبِ نعت کے ساتھ ساتھ بعض رسائل و جرائد نے بھی نعت میں تنقیدی رویوں کے فروغ کے سلسلے میں ایک دلیرانہ قدم اٹھایا جس سے نعتیہ ادب کو نئی زندگی ملی۔ ان تنقیدی رویوں سے مراد نعت گوئی پر تنقید و تنقیص نہیں تھی بلکہ نعت گو شعرا

کی نعتیہ بلند یوں کا جائزہ لے کر ان کا مقام و مرتبہ متعین کرنا تھا۔ تحقیقی اور تنقیدی مضامین و مقالات کی صورت میں درجنوں تحریریں سامنے آئیں جن کی بدولت نعت گو شعرا کے فکری تسلسل، ادبی رویوں اور عصری افکار کے مختلف زاویے سامنے آنے لگے۔ بلاشبہ یہ رسائل و جرائد کئی لحاظ سے بلند تر مقام اور فضیلت کے حامل ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر محمد اکرم رضا لکھتے ہیں۔

"نعتیہ رسائل و جرائد نے نعت گو شعرا کو مسلسل ایک پلیٹ فارم مہیا کیا جس کی بدولت شعرا اپنے کلام اور ادیب اپنی جاں نواز تحریروں کو زمانے بھر تک پہنچانے کے قابل ہوتے رہے ورنہ جب تک خوشبو کسی پھول میں بند رہتی ہے دنیا والوں کو اس کی روحانی ہمہ گیری کا احساس نہیں ہوتا۔ ان رسائل و جرائد نے عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعت گو شعرا کی ایک ایسی بڑی تعداد کے ناموں اور ان کے کلام سے آشنا کیا جو صاحبِ کتاب نہیں تھے اور محض ان جرائد کی بدولت اہل شوق کے دلوں میں جگہ پا گئے۔ جہاں غلامانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان نعت گو شعرا کے اسما اور ان کی نعتوں سے آشنائی ہوئی وہیں ان نعت گو شعرا کو بھی ایک وسیع ادبی پلیٹ فارم مہیا ہوا جس نے معروف اور غیر معروف شعرا کو ایک مقام پر کھڑا کر دیا۔ اس وساطت سے نعت گو شعرا کی بھرپور حوصلہ افزائی ہوئی، وہ تسلسل سے لکھنے لگے اور پھر نعت نگاری کی اسی وسعت فکر نے انہیں بہت جلد صاحبِ دیوان بھی بنا دیا۔" (3)

نعت کے موضوع پر بالخصوص پاکستان میں جہاں بہت سی کتابیں منظرِ عام پر آ رہی ہیں وہاں ادبی رسائل و جرائد بھی نعتیہ ادب کے فروغ میں بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔ ہر کسی کی نعتیہ خدمات اپنے اپنے دائرے میں لائقِ تحسین اور قابلِ ستائش ہیں لیکن "نعت رنگ" اردو دنیا کا وہ قابلِ ذکر اور واحد موضوعی رسالہ ہے جس نے کم عرصے میں بہت زیادہ نعتیہ ادب کو مثالی تحقیقی و تنقیدی لوازمہ (matter) عطا کیا۔ "نعت رنگ" کی ادارت کی سعادت ایک خوش بخت و سعادت مند انسان، معروف نعت گو و نعت خواں جناب سید صبیح رحمانی کے حصے میں آئی۔ انھوں نے صرف تیس سال کی عمر میں تنقیدِ نعت کا بار گراں اٹھانے کا عزم صمیم کیا اور یوں کتابی سلسلہ "نعت رنگ" کی صورت میں نعتیہ ادب کو ہر پہلو سے مالا مال کر دیا۔ ڈاکٹر ابرار عبدالسلام اس منظر نامے کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"صبیح رحمانی نے "نعت رنگ" کی عمارت کی بنیاد اٹھائی تو اس کی پہلی اینٹ ہی تنقیدِ نعت کی رکھی۔ ان کا یہ اجتہادی اقدام اس زمانے میں

سامنے آیا جب تنقیدِ نعت، عقیدت کے سائے میں پرورش پا رہی تھی
اور سبحان اللہ، ماشاء اللہ سے قدم آگے بڑھا نہیں پا رہی تھی۔ نعت کو
درپیش اس بحرانی دور میں انھوں نے تنقیدِ نعت کی ضرورت اور اہمیت
پر زور دیا اور پہلے شمارے ہی میں تنقیدِ نعت کی نظری اور عملی مثالیں
(مضامین کی صورت میں) پیش کر کے نعتیہ صحافت اور تنقید کو حیران
کر دیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب نعت کو رسمی اور روایتی حصار سے نکال کر
ادبی، فکری اور فنی تنقید کی کسوٹی پر پرکھا گیا اور نعتیہ ادب میں توانا
رجحانات کے فروغ، صحت مند روایات کی ترویج اور موضوع کی تقدیس
کے خدوخال اجاگر کرنے میں تنقیدِ نعت کو ناگزیر قرار دیا گیا تھا۔ ان کا
یہ انقلابی اقدام گویا اس عہد کے مروجہ اسالیبِ تنقیدِ نعت سے بغاوت
کے مترادف تھا۔" (4)

مدیر "نعت رنگ" جناب صبیح رحمانی صاحب کو بچپن ہی سے ذاتِ پاک رسول
اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت رہی ہے۔ اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ انھیں پہلے پہل نعتِ رسول
اکرم ﷺ سننے اور پھر نعت گوئی و نعت خوانی کا شوق دامن گیر ہوا۔ متذکرہ مراحل طے
کرتے ہوئے انھیں یہ بات شدت سے پریشان کرتی رہی کہ نعت کو پرکھنے کا کوئی تنقیدی معیار
موجود کیوں نہیں؟ اور اگر موجود نہیں ہے تو اسے کس طرح بروئے کار لایا جاسکتا ہے؟ گویا یہی
مقدس جذبہ "نعت رنگ" کے آغاز و ابتدا کا باعث بنا۔ "نعت رنگ" کے آغاز و ابتدا کے
بارے میں ڈاکٹر افضال احمد انور اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ میں نے صبیح رحمانی صاحب
سے استفسار کیا کہ "نعت رنگ" کی اشاعت کا خیال کیسے پیدا ہوا؟ جواب میں وہ فرماتے ہیں۔

"ایک نعت گو شاعر (اور نعت خواں) کے طور پر نعت سے میرا تعلق نیا
نہیں تھا۔ نعتیہ تخلیقی منظر نامے پر بھی میری نظر تھی۔ میں اس
حقیقت کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ گذشتہ چند برسوں سے صنفِ نعت
بڑی تیزی سے ادبی افق پر چھا رہی ہے۔ ٹھیٹھ ادبی رسائل و جرائد نے
بھی نعت کو شائع کرنا شروع کر دیا تھا اور غزل کے نام و نشان پر نعت کہنے
کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہو رہے تھے۔ یہ سب صحیح تھا اور بہت خوش
آئند بھی لیکن نعت کے حوالے سے نعت پاروں پر تنقیدی روایت اس

مضبوط بنیاد پر قائم نہیں ہو رہی تھی جس کی اشد ضرورت تھی۔ میری شدید خواہش تھی کہ نعت، حقیقی تنقید سے بھی مالا مال ہو، اسی خواہش نے "نعت رنگ" کے اجراء کو تحریک دی۔" (5)

افتخار نعت پر "نعت رنگ" کا پہلا شمارہ (تنقید نمبر) اپریل ۱۹۹۵ء میں سید صبیح رحمانی کی ادارت میں طلوع ہوا۔ پہلے شمارے کا ادارہ (ابتدائیہ) جو کہ ظاہری طور پر مختصر مگر اس قدر جامع ہے کہ چند لفظوں میں مستقبل کا لائحہ عمل پیش کر دیا گیا ہے۔ ذرا اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

"نعت رنگ" پیش خدمت ہے۔ فروغ نعت کے اس عہد زریں میں یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں لیکن نعت نگاری کی طرف رجوع عام کے اس اہم دور میں نعت کو رطب و یابس اور شعراء کے غیر محتاط رویوں سے محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ اور باقاعدہ کوشش ضرور ہے۔۔۔۔۔" (6)

یہ تحریر سادہ مگر آئندہ کے ارادوں کی نقیب اور مدیر کے دل کی آواز ہے پہلے شمارے میں ہی وہ بڑی سنجیدگی اور اعتماد کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ "نعت رنگ" نعت کو رطب و یابس اور شعراء کے غیر محتاط رویوں سے محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ کوشش ہے۔ اسی شمارے میں ایک دوسری جگہ گفتنی کے زیر عنوان دوسرا ادارتی نوٹ موجود ہے جس میں وہ نعت کی عملی تنقید کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

"اردو نعتیہ ادب میں نعت کی تحسین کا پہلو کسی بھی اعتبار سے تشنہ نہیں رہا۔ البتہ محتاط رویوں کے اظہار کی روایت کے نشانات بڑے دھندلے ہیں۔ سو، مذکورہ مضامین اس روایت کے احیاء کی پر خلوص کوشش کا حصہ ہیں۔ امید ہے کہ اہل فکر و نظر اس صحت مند تنقیدی سلسلے کو سراہیں گے۔ مسئلہ ابلاغ کا ہے تاہم خلوص کی زبان کا کوئی خاص لہجہ نہیں ہوتا۔ اس کا ابلاغ بہر حال ہو جاتا ہے۔ نعتیہ ادب میں توانا رجحانات کے فروغ، صحت مند روایات کی ترویج اور موضوع کی تقدیس کے خدو خال اجاگر کرنے کے لیے تنقید ناگزیر ہے۔ بایں ہمہ، تحسین، تعبیر اور تفہیم شعر خالصتاً ذوقی معاملہ ہے۔ اس لیے شعری پسندیدگی کے زاویے مختلف ہو سکتے ہیں لیکن شریعت کے معیارات کی پاسداری

ہر حال میں ضروری ہے۔ زبان بھی کچھ قواعد کی پابند ہوتی ہے اس لیے یہ پہلو بھی توجہ طلب ہے۔ موضوع کی رفعت اور عربوں کی لسانی دانش کے تناظر میں ان باتوں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس ضمن میں اتفاق یا اختلاف دونوں قسم کی آراء ہمارے لیے قابل احترام ہوں گی۔ ہمیں آپ کی رائے کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔" (7)

قبل ازیں ادبی فن پاروں پر نقد و نظر تو معمول کی بات تھی لیکن نعت پر جانچ پرکھ کا عمل کسی حد تک نئی بات تھی۔ نتیجتاً جہاں اس عمل کو سراہا گیا وہیں بعض اہل علم نے نعت پر تنقید کی اس روش کو پسند نہیں کیا۔ تاہم ان تمام تر رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے نہایت ثابت قدمی، مستقل مزاجی اور سعی بالا خلاص کے ساتھ اس عمل خیر کو آگے بڑھایا گیا اور تقریباً چوبیس سال کے عرصے میں "نعت رنگ" کے انتیس شمارے پوری آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر آچکے ہیں۔ "نعت رنگ" کے اب تک چار مخصوص نمبر بھی شائع ہو چکے ہیں جن میں پہلا شمارہ "تنقید نمبر" 1995ء، ساتواں شمارہ "حمد نمبر" 1999ء، اٹھارواں شمارہ "امام احمد رضا نمبر" 2005ء اور پچیسواں شمارہ "سلور جوبلی نمبر" 2015ء میں شائع ہوئے ہیں۔

"نعت رنگ" نے نعتیہ شاعری کی تحقیق و تنقید پر نہایت بلند پایہ مقالات پیش کیے اور اس کے ادبی فروغ کا آوازہ اس شدت سے بلند کیا کہ وہ نقادانِ شعر و ادب جو نعتیہ شاعری کو کمتر سمجھتے تھے وہ بھی اس صنفِ سخن کی افادیت و اہمیت کا دم بھرتے دکھائی دیتے ہیں اور اپنے وقیع مقالات اور تنقیدی و تحقیقی نگارشات سے اس جریدے کو باوقار بنا رہے ہیں۔ نعتیہ ادب کی وسیع تر خدمات کی انجام دہی پر "نعت رنگ" کو وزارتِ مذہبی امور حکومتِ پاکستان کی جانب سے دو مرتبہ صدارتی ایوارڈز سے نوازا جا چکا ہے۔ پہلی مرتبہ ۲۰۰۴ء میں اور دوسری مرتبہ ۲۰۱۳ء میں سیرت کانفرنس کے موقع پر یہ ایوارڈز دیے گئے۔ دو مرتبہ تسلسل کے ساتھ کسی نعتیہ رسالے کا ایوارڈ حاصل کرنا اس کی عالمگیر مقبولیت اور خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

"نعت رنگ" دبستانِ نعت کا وہ واحد صحیفہ ہے کہ جس میں عصرِ حاضر کے معتبر لکھنے والوں کی بڑی تعداد شامل ہے۔ اس میں مشاہیرِ انِ نعت کی تحریروں کے علاوہ اردو ادب کے ثقہ، انتہائی معتبر اور قابلِ ذکر اہل علم کی تحریریں نمایاں ہیں۔ جن میں تحقیقِ نعت، تنقیدِ نعت

اور نعتیہ فکر و فن کے سب شواہد یک جا ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر شفقت رضوی رقم طراز ہیں۔

"صبحِ رحمانی کی ایک بڑی کامیابی یہ ہے کہ انھوں نے ایسے اہل علم کو نعت شناسی اور تفہیمِ نعت کے لیے تیار کیا جن کی قابلیت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ وہ علم و فضل کے کوہِ گراں بار ہیں۔ اپنے تبحرِ علمی کے باوجود انھوں نے قرطاس و قلم سے اپنے رشتے یا تو قائم نہیں کیے یا قائم کر کے توڑ دیے ہیں۔" (8)

اس کتابی سلسلے کے ذریعے اس تحریک نے نعت گوئی کے ادبی فروغ کے لیے کئی انقلابی اقدامات کیے جس کی کوئی مثال ہمیں اس سے پہلے دکھائی نہیں دیتی۔ اس تحریک کا منشور تھا کہ نعت اپنی تمام تر پاکیزگی اور تقدیس کے باوجود ایک صنفِ سخن بھی ہے اور ہر صنفِ سخن کی طرح اس کے بھی کچھ لوازمات اور حدود ہیں۔ اظہار کی باریکیاں ہیں، خیال کی نزاکتیں ہیں، الفاظ کے مطالبے ہیں، موضوع کے لیے استناد ہے۔ ان سب کو ملحوظ رکھے بغیر نعت نہیں کہی جاسکتی عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ نعت کہتے وقت لوگ موضوع کی صداقت پر استناد نہیں کرتے یا واقعہ نگاری کرتے ہوئے شعریت پیدا نہیں کر پاتے جب کہ صداقت اور شعریت کو ہم آہنگ کرنا ہی کسی نعت گو کا کمال فن ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ اس صنفِ سخن کو بھی تنقیدی عمل سے گزارا جائے لیکن مذہبی اصنافِ سخن کو اس قدر متبرک سمجھا گیا کہ اس پر کسی قسم کے تنقید و تبصرے کو سوائے ادب گردانا گیا اسی وجہ سے نعت گوئی کا سلسلہ تو جاری رہا لیکن اس کا معیار بلند نہیں ہو سکا۔ اس صنفِ سخن کو جس طرح نشوونما کی ضرورت تھی وہ نہ ہو سکی اس میں ایک ٹھہراؤ اور جمود کی کیفیت طاری رہی اور موضوعات اور لہجوں کی ایسی یکسانیت پیدا ہو گئی کہ صاحبانِ نقد و نظر نے اس صنفِ سخن پر ادبی گفتگو کو ضروری خیال نہیں کیا بلکہ موضوع کی تقدیس کی وجہ سے صرف تحسین ہی سے نوازتے رہے۔

"نعت رنگ" کے ذریعے اس جمود کو توڑا گیا اور نعتیہ شاعری پر ادبی گفتگو کے درواہ کھولے گئے، اس کے حسن و قبح پر بے لاگ تبصروں کو فروغ ملا، اس کا ہر شمارہ نو بہ نو اور رنگ بہ رنگ تنقیدی احساسات اور جذبات کے اظہار کا ذریعہ بن گیا۔ سابقہ اور حالیہ نعتیہ شاعری کو متعارف کروانے میں "نعت رنگ" نے اہم کردار ادا کیا۔ لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ

"نعت رنگ" نعتیہ شاعری کے اظہار کا وسیلہ ہی نہیں ہے بلکہ اس کے حسن و خوبی کی تفہیم اور تشریح کا ذریعہ بھی ہے کیوں کہ کوئی بھی فن ترقی کے مدارج اس وقت تک طے نہیں کر سکتا جب تک اس میں موجود حسن و قبح کی نشان دہی نہ ہو۔ اس طرح "نعت رنگ" مذہبی، علمی اور ادبی زعماء کی قلم کاری سے ایک رنگین، حسین اور دل نشین مرقع بن گیا ہے جس نے علمی و ادبی موضوعات پر بے شمار بلند پایہ مقالات شائع کیے ہیں جن میں نعت گوئی، نعت گوئی کے فن، اس کے موضوعات اور ممنوعات پر تنقیدی مباحث شائع ہوئے ہیں جس کی کمی ایک طویل عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی۔ "نعت رنگ" کے وسیلے سے اب نعت تازہ ہواؤں میں سانس لے رہی ہے اس میں شائع ہونے والے مضامین کو علمی دنیا میں سنجیدگی اور دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے، اس پر رائے زنی کی جاتی ہے، اس میں شائع ہونے والے تنقیدی مضامین بھی تنقید سے ماورا نہیں ان کا بھی سختی سے محاسبہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اختلافات کا رنگ معاندانہ نہیں، تعمیری اور اصلاحی ہوتا ہے، کسی کی پگڑی نہیں اچھالی جاتی۔ ہر بات اور بحث، مدلل اور مفصل ہوتی ہے۔ اگر مواخذہ ہو تو ذاتیات پر نہیں بلکہ ادب کے کسی پہلو کے حوالے سے ہوتا ہے۔

"نعت رنگ" میں اظہار کے کئی زاویے ہیں جن میں سے ایک "فکر و فن" ہے۔ پیش کردہ مضامین میں فن کار اور اس کے فن کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ فکر و فن میں درج مضامین تاثراتی اور عملی تنقید کا عمدہ نمونہ ہوتے ہیں۔ فن کار کے کلام کا جائزہ لیا جاتا ہے اور تجزیے اور تحلیل کے بعد حتمی نتائج اخذ کیے جاتے ہیں جنہیں قارئین کے سامنے بلا تردد رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نعت کو خالصتاً شعری فن کے حوالے سے بھی پرکھا جاتا ہے چنانچہ نعت رنگ کے تمام شماروں میں اس موضوع پر نہایت باوقار اور معلوماتی مضامین زیب قرطاس ہوئے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند مضامین کے عنوانات پیش خدمت ہیں۔ "نعت کا مثالی اسلوبِ نظم"، "نعت اور شعریت"، "اردو نعت اور جدید اسالیب"، "نعت اور گنجینہ معنی کا طلسم"، "اردو نعت گوئی میں ہیئت کے تجربوں کی ضرورت"، "جدید اردو نعت اور علامت نگاری"، "اردو مرثیے میں نعتیہ شاعری کے امتیازات"، "شاخِ غزل پر مدحت کے خوش نما پھول"، "نعتیہ شاعری کے لوازمات"، "نعت گوئی میں مضمون آفرینی"، "کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے"، "نعت کا ادبی مقام"، "اردو میں نعت گوئی کا فن" وغیرہ میں نعت کے شعری فن پر مثبت انداز میں بحث کی گئی ہے۔ یہ اور اس قسم کے کئی اور ایسے مضامین ہیں جن میں

نعتیہ شاعری سے جڑی عقیدت کو بیچ میں حائل نہیں ہونے دیا گیا اور خالصتاً ادبی و فنی لحاظ سے نعتیہ شاعری کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

تبصرہ کتب بھی "نعت رنگ" میں ایک مستقل عنوان ہے جس کے تحت برصغیر کی کتب نعت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ کتابوں پر ان تبصروں میں کتاب کی صورت و معنوی خوبیوں کے ساتھ ہی اس میں در آئے استقام کی بھی نشان دہی کی جاتی ہے۔ ان تبصروں میں کتاب کی خوبیوں کا ذکر نہ مروت کے تابع ہوتا ہے نہ خامیوں کی نشان دہی میں عناد کا شائبہ ہوتا ہے بلکہ کتاب کی خوبیوں اور خامیوں کو جوں کا توں پیش کر دیا جاتا ہے۔ تبصرہ نگار اپنے تبصروں میں کتاب کی حقیقی شکل پیش کرنے کی سعی بالا خلاص کرتے ہیں۔ سادہ عبارت آرائی سے کتاب کا اس طرح تعارف کرایا جاتا ہے کہ کتاب کے صحیح خط و خال سامنے آ جاتے ہیں۔

"نعت رنگ" میں نعت گو شعرا کی خدمات کے اعتراف میں نہایت اہم گوشے شائع کرنے کا بھی اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔ ان گوشوں میں ممکنہ حد تک صاحب گوشہ کی نعتیہ شاعری کی خدمات پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور اس کے فن کے مختلف گوشوں کو منظر عام پر لانے کے جتن کیے جاتے ہیں سوانحی حالات کے ساتھ ساتھ اس کی نعتیہ شاعری کی فنی حیثیت اور حضور سے رکھی جانے والی محبت و عقیدت پر بھی خامہ فرسائی کی جاتی ہے۔ نعت رنگ کے سوانحی گوشے بعض مختصر ہیں اور بعض طویل بھی۔ مختصر گوشوں میں تفصیل کی بہ نسبت اجمال پر زور دیا جاتا ہے لیکن طویل گوشوں میں صاحب گوشہ کی خدمات پر مضامین بھی شامل کیے جاتے ہیں جن میں بلا کی جامعیت ہوتی ہے۔ ان گوشوں میں "گوشہ ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی"، "گوشہ آفتاب کریمی"، "گوشہ ڈاکٹر محمد اسلم فرخی"، "گوشہ افتخار عارف"، "گوشہ حافظ لدھیانوی"، "گوشہ حفیظ تائب"، "گوشہ شبنم رومانی"، "گوشہ صبا اکبر آبادی"، "گوشہ سید محمد ابوالخیر کشفی"، "گوشہ خورشید رضوی"، "گوشہ سحر انصاری"، "گوشہ والی آسی"، "گوشہ شوکت عابد"، "گوشہ یعقوب لطیف"، "گوشہ سلیم کوثر" اور "گوشہ غالب" وغیرہ خاصے اہم ہیں۔ یہ تمام گوشے حریم حرف کے بالمعنی عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔

"نعت رنگ" کی ایک عمدہ کاوش یہ بھی ہے کہ قدیم نعتوں کا تعارف و تجزیہ اور ان کی نقول پیش کی جاتی ہیں جو مروجہ زمانہ کی وجہ سے کہیں چھپی رہ گئیں یا اور کسی وجہ سے ارباب نقد و تحقیق کی نظر میں نہ آ سکیں۔ نعت رنگ کے مختلف شماروں میں کچھ نرائن شفیق کا "معراج نامہ" میر ممنون کی نعت "قصیدہ مدح المرسلین کی ایک تضمین"، "نعتیہ گلدستہ"

وغیرہ قارئین کے سامنے آچکے ہیں۔ انشاء اللہ یہ کوشش جاری رہے گی اور بہت ساری نوادراتِ نعت ہمارے سامنے آتی رہیں گی۔

"نعت رنگ" کی ایک منفرد خصوصیت "منظوم تراجم" کی اشاعت ہے۔ اس میں بہت ساری دیگر زبانوں میں لکھی نعتیں، اردو میں منتقل کر لی گئی ہیں۔ بویصری کے قصیدہ بردہ، قصیدہ بانٹ سعاد کے علاوہ اور کئی مشہور عربی نعتیں اردو والوں کے سامنے ترجمے کی شکل میں آئیں۔ نعت رنگ میں منظوم تراجم کا گوشہ قائم کر کے نعتیہ شاعری پر کام کرنے والوں کے لیے ایک نیا باب کھولا گیا ہے۔ اس باب میں عربی کے علاوہ فارسی، فرانسیسی، جرمن، انگریزی، ہندی اور مراٹھی وغیرہ کئی عالمی زبانوں کے نعتیہ شاہکار ہمارے سامنے آئے ہیں جو ایک مستحسن عمل ہے۔ نعت رنگ میں شامل چند منظوم تراجم بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

ہشام علی حافظ کی نعت

اسمک مرسوم فی وجدانی

ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی کا منظوم ترجمہ

(9) نقش ہے وجدان پر میرے

مرزا اسد اللہ خان غالب کی فارسی نعت

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد است

آرے، کلام حق بزبان محمد است

اسلم انصاری، ڈاکٹر۔ ملتان کا منظوم ترجمہ

حق جلوہ گر ہے طرز بیان حضور سے

(10) بے شک، کلام حق ہے زبان حضور سے

جگر مراد آبادی کی فارسی نعت

اے ازلب صادق شنیدہ

نادیدہ خدا، خدائے دیدہ

ایم اے تشنہ۔ بھارت کا منظوم ترجمہ

ہم نے تو محمدؐ کی زبانی یہ سنا ہے

دیکھا تو نہیں اس کو مگر ایک خدا ہے (11)

عبدالقادر قادری

کر ہے درتے بلاؤتے گل بنڑیں گچھے

جے مھاڑے جغاؤتے گل بنڑیں گچھے

شاہین فصیح ربانی کا منظوم ترجمہ

کبھی وہ در پہ بلائیں تو بات بن جائے

جو میرے بھاگ جگائیں تو بات بن جائے (12)

"نعت رنگ" کی ایک اہم خوبی اس میں شائع ہونے والے خطوط ہیں۔ ان خطوط کی نوعیت فقط تعریفی نہیں ہوتی بلکہ کسی بھی مضمون کے حوالے سے مباحث کا در واکرتے ہیں۔ ان مکاتیب کے لکھنے والوں میں اہل قلم، اساتذہ، نعت نگار، محققین اور دوسرے وہ باذوق دوست احباب اور اہل علم شامل ہیں جو شعر و ادب، سیرت رسول اکرم ﷺ اور تنقیدی مطالعات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان مکاتیب کا غالب موضوع نعت، تنقیداتِ نعت، آدابِ نعت اور اس صنف کے دیگر امور و مسائل ہیں۔ ڈاکٹر ابرار عبدالسلام مکاتیبِ نعت رنگ کے بارے میں کچھ اس طرح اظہارِ خیال کرتے ہیں۔

"نعت رنگ میں کئی طرح کے خطوط شائع ہوئے ہیں۔ ان میں کچھ رسمی اور رسیدی نوعیت کے ہیں، کچھ شکوہ آمیز اور کچھ مکتوب نگار کی شخصیت کی گرہ کشائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کثیر تعداد ان خطوط کی ہے جو علمی، ادبی، مذہبی، تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کے حامل ہیں۔ یہی خطوط "نعت رنگ" کا حاصل کہے جاسکتے ہیں۔ ان خطوط میں علم و دانش اور تحقیق و تنقید کے بے شمار خرف ریزے بکھرے پڑے ہیں جن میں سے بعض تو علمی، تنقیدی اور تحقیقی حوالے سے خاصے کی چیز ہیں۔ یہ خرف ریزے بعض اوقات تو موضوع کے کسی پہلو کے ضمن میں آگئے

ہیں اور اکثر "نعت رنگ" میں شائع شدہ مقالات کی تصحیح، توسیع یا تردید کی غرض سے تحریر کیے گئے ہیں۔ ان خطوط میں تنقید نعت، تحقیق نعت، تخلیق نعت اور متعلقاتِ نعت کو بطورِ خاص موضوع بنایا گیا ہے۔ افکار و نظریات کا ایک بہاؤ ہے جو مکتوب نگاروں کے ذہنی سرچشموں سے پھوٹا ہوا "نعت رنگ" کو سیراب کر رہا ہے۔" (13)

خطوط کے مختلف موضوعات اور پہلوؤں کی یہ کہکشاں اپنے اندر ایک الگ کائنات رکھتی ہے جن کی مطالعاتی و انتقادی افادیت سے کسی بھی طور انکار ممکن نہیں۔ ان خطوط میں ایک طرف زندگی کے مختلف نقوش اور مظاہر اپنے جلوے دکھا رہے ہیں تو دوسری طرف علم، ادب، تاریخ، تہذیب، تحقیق اور تنقید کے سرمائے بھی لٹائے جا رہے ہیں۔ ان مکاتیب میں بظاہر تو نعت رنگ کے مندرجات پر گفتگو ہوتی ہے مگر حقیقت میں وہ ادبیات مذہبیات، بشریات، تاریخ، تہذیب و تمدن، ثقافت، غرض اتنے موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں کہ قاری حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ بعض خطوط تو مقالات کی ذیل میں آتے ہیں جن کی قرات و تفہیم دیدہ پینا کے بغیر محال ہے۔ ان مکاتیب کے ذریعے نعت رنگ میں شائع ہونے والے مضامین کا محاسبہ بھی کیا جاتا ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی اس سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

"ایسے خطوط توجہ حاصل کرتے، فکر کو مہمیز کرتے، سوچنے کی عادت ڈالتے اور جواب کے حصول کی تمنا میں جان ڈالتے ہیں۔ ایک سوالیہ نشان کو حصولِ علم کی ابتدا بنانے کا نیا رویہ "نعت رنگ" کے لکھنے والوں کی ایجاد ہے۔ یہ ان کی بیدار مغزی کی علامت ہے۔ یہی خطوط احتساب کی عدالت ہیں۔ یہیں مقدمے پیش ہوتے ہیں اور یہیں بغیر تاخیر فیصلے ہوتے ہیں۔" (14)

مباحث کے سلسلے میں گویا "نعت رنگ" نے ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ شائع ہونے والے مضامین پر اہل علم اپنی رائے، خطوط کے ذریعے مرتب کے علم میں لاتے ہیں جسے بغیر کسی تبدیلی کے چھاپ دیا جاتا ہے۔ نعتیہ ادب میں یہ تنقید اور تجزیہ ایک خوش گوار اضافہ ہے جس کی کوئی مثال ہمیں "نعت رنگ" سے پہلے دکھائی نہیں دیتی۔ یوں تو نعت رنگ میں سینکڑوں خطوط شائع ہو چکے ہیں جن کی تفصیل بیان کرنا یہاں کسی صورت ممکن و مناسب نہیں، نمونے کے طور پر ڈاکٹر تحسین فراقی کے ایک خط سے اقتباس پیش خدمت ہے۔

"نعت میں کن امور کا خیال رکھنا چاہیے اس باب میں حضرت حافظ افضل فقیر کا مضمون جو دراصل "وسلمو اتسلیم" (حفیظ تائب) زندہ اور نہایت درجہ فکر افروز دیباچہ تھا، پہلے بھی میری نظر سے گزر چکا تھا مگر آپ کے پرچے میں اس کی موجودگی نے قند مکرر کا مزہ دیا،۔۔۔۔۔ انھوں نے شعر و شاعر کے ضمن میں جن چار مقدمات کا ذکر کرنے کے بعد کمال وسعت نظر کے ساتھ ان کی جو توضیح کی ہے اس سے خود میرے بعض اشکالات رفع ہوئے۔۔۔۔۔ رشید وارثی صاحب کا مضمون بھی بحیثیت مجموعی فکر افروز ہے اور نعت گوئی کے باب میں ایک عمدہ منشور کا درجہ رکھتا ہے۔ البتہ صفحہ باون پر انھوں نے جس شعر کا انتساب حافظ شیرازی سے کیا ہے وہ سعدی شیرازی کا ہے۔۔۔۔۔ (15)

الغرض "نعت رنگ" کا ارتقائی سفر بے نظیر و بے مثال ہے۔ آج نعت رنگ اپنا تعارف خود ہے۔ جملہ اصناف ادب اپنی ہمہ گیری منوانے کے لیے کوشاں ہیں ایسے عالم میں نعت کی جلوہ آفرینی کا انداز منفرد اور بے مثال ہی ہونا چاہیے۔ بلاشبہ "نعت رنگ" کی مقبولیت اور پذیرائی نے ہر صاحب قلم کو اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر ایک زمانہ صبحِ رحمانی کا ہم سفر ہو گیا۔ آج یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ "نعت رنگ" کا جادو سرچڑھ کر بول رہا ہے۔ "نعت رنگ" کا ایک اعزاز تو نعتیہ مضامین کی اشاعت ہے لیکن اس کا سب سے بڑا اعزاز نعت میں تنقیدی رویوں کو اجاگر کرنا ہے۔ "نعت رنگ" کی قبولیت اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ اس کے قلم کاروں میں وطن عزیز کے علاوہ ہندوستان اور دوسرے ممالک کے اہل دانش اور اصحاب نقد و نظر شامل ہیں۔ "نعت رنگ" کی منزل ہر صاحب ذوق کی فکر تک رسائی تھی یہی وجہ ہے کہ ہر خاص و عام اس سے یکساں مستفید و مستفیض ہو رہا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ "نعت رنگ" کا گلشن صدر رنگ نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان سے ہمیشہ خزاں ناآثار ہے۔ "نعت رنگ" کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا رہے اور نعت کی روشنی اسی طرح پھیلتی رہے۔ اللہ تعالیٰ اس سفینے کے ناخدا، سید صبح الدین صبح رحمانی کو عمرِ خضر عطا فرمائے۔ ان کے رفقاء و معاونین کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ

فرمائے اور خزانہ غیب سے ان کی استعانت فرمائے تاکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتوں کے پھول بکھیرتے رہیں اور ان تازہ پھولوں کی خوشبو سے زمانہ معطر ہوتا رہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ القرآن، پارہ 27، سورۃ الحديد، آیت 25
- ۲۔ القرآن، پارہ 6، سورۃ المائدہ، آیت 3
- ۳۔ محمد اکرم رضا، پروفیسر، "فروغِ نعت میں نعتیہ صحافت کا کردار" مشمولہ: نعت رنگ، کراچی، شمارہ 19، دسمبر 2006ء ص 239
- ۴۔ ابرار عبدالسلام، ڈاکٹر، "نعتیہ ادب مسائل و مباحث"، کراچی، نعت ریسرچ سنٹر، مارچ 2019ء ص 30
- ۵۔ افضل احمد انور ڈاکٹر، "فنِ اداریہ نویسی اور نعت رنگ"، کراچی، نعت ریسرچ سنٹر، مارچ 2010ء، ص 33
- ۶۔ صبیح الدین صبیح رحمانی، سید، "ابتدائیہ" مشمولہ: نعت رنگ، کراچی، شمارہ 1، اپریل 1995ء، ص 8
- ۷۔ صبیح الدین صبیح رحمانی، سید، "گفتنی" مشمولہ: نعت رنگ، کراچی، شمارہ 1، اپریل 1995ء، ص 165
- ۸۔ شفقت رضوی پروفیسر، "نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ"، کراچی، مہر منیر اکیڈمی، فروری 2004ء، ص 9
- ۹۔ ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر، "منظوم ترجمہ"، مشمولہ: نعت رنگ، کراچی، شمارہ 2، جنوری 1996ء، ص 253
- ۱۰۔ اسلم انصاری، ڈاکٹر، "منظوم ترجمہ"، مشمولہ: نعت رنگ، کراچی، شمارہ 12، اکتوبر 2001ء ص 354 تا 355
- ۱۱۔ ایم اے تشہ، "منظوم ترجمہ" مشمولہ: نعت رنگ، کراچی، شمارہ 12، اکتوبر 2001ء، ص 178

۱۲۔ شاہین فصیح ربانی، "منظوم ترجمہ"، مضمون: نعت رنگ، کراچی، شمارہ 6، ستمبر 1998ء
ص 417

۱۳۔ ابرار عبدالسلام، ڈاکٹر، "نعتیہ ادب مسائل و مباحث"، کراچی، نعت ریسرچ سنٹر،
مارچ 2019ء ص 22

۱۴۔ شفقت رضوی، پروفیسر، "نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ"، مہر منیر اکیڈمی، کراچی،
فروری 2004ء ص 384

۱۵۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، "مکتوب بنام صبیح رحمانی" مضمون: نعت
رنگ، کراچی، شمارہ 3، ستمبر 1996ء، ص 336